

ڈاکٹر محمود الحسن عارف *

بحث و نظر:

حقائق سے چشم پوشی کیوں؟

مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری کے حوالے سے ماہنامہ ”الحق“
میں شائع ہونے والے اعتراضات کا جائزہ

مولانا شاہ سعید رائے پوری اور ان کے افکار و نظریات کے حوالے سے ”الحق“ میں بہت کچھ شائع ہوا ہے چونکہ بحث کا آغاز بھی ڈاکٹر محمود الحسن عارف صاحب کے ایک تعزیتی و سوامی مقالے سے ہوا تھا اب اس کا اختتام بھی ان کے جوابی مضمون سے ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے مضمون کا آخری حصہ آئندہ شمارے میں شائع کرنے کے بعد ادارہ مزید اس موضوع پر کسی قسم کی تحریک شائع کرنے سے معذرت خواہ ہوگا۔ ادارہ کا ہرگز اس سے کسی کی توہین اور تحقیر کرنا مراد نہیں تھا بلکہ ادارہ اخلاقی دائرے میں رہ کر سنجیدہ مکالمے پر یقین رکھتا ہے۔ جس سے قارئین پر غور و فکر اور ماضی و تاریخ کے درمیان کھلتے ہیں۔ بہر حال دونوں اطراف اور حلقوں سے ادارہ ہر طرح کی دل آزاری پر معذرت خواہ ہے۔ (ادارہ)

راقم الحروف نے مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری کی وفات پر جو تعزیتی مضمون لکھا اور جو ماہنامہ الحق کے شمارے ۵۶۶ میں چمپا، اس پر مولانا عبدالحکیم اکبری صاحب نے طویل نقد کیا ہے..... جو مکمل طور پر نقد نگار کے منطقی فکر کی غمازی کرتا ہے، راقم نے یہ مقالہ چونکہ مناظرانہ مقصد کے لیے نہیں لکھا تھا اور راقم کا مقصد مولانا شاہ سعید رائے پوری کی خدمات کو خراج تحسین ادا کرنا تھا، اس لیے اس پر راقم کو اس قسم کے نقد کی قطعاً توقع نہیں تھی، جو کہ نقد کے جوابی مضمون میں نظر آتا ہے۔

راقم الحروف نے بحمد اللہ ۱۹۷۱-۱۹۷۲ء میں دارالعلوم کبیر والہ میں تعلیم حاصل کی اور دورہ حدیث جامعہ اشرفیہ لاہور سے کیا۔ مولانا محمد اور لیس کاندھلوی، مولانا محمد موسیٰ خان، شیخ الحدیث مولانا عبدالحجید لدھیانوی دامت برکاتہم، مولانا محمد منظور احمد اور مولانا صوفی سرور جیسے علماء اور اساتذہ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

راقم کے اساتذہ نے ہمیشہ اپنے بزرگوں کا ادب و احترام سکھایا ہے اور یہ بتایا کہ اپنے بزرگوں کا اختلاف

کے باوجود احترام کرو..... اور یہی بات راقم نے..... قرآن و سنت میں پڑھی اور مطالعہ کی ہے، خاص طور پر..... وفات پانے والے لوگوں کے بارے میں خصوصی طور پر حکم دیتا ہے..... کہ ان کی اچھائیوں کا ذکر کرو اور ان کی

کوٹاہیوں سے صرف نظر کرو..... ارشاد نبوی ہے: **الْحَمْدُ وَمَحَاسِنُ أَعْوَانِهِمْ وَكَفْلُهُنَّ مَسْأُولُهُمْ (۱)**

”وفات پانے والوں کے محاسن کا ذکر کرو..... اور ان کی برائیوں کے ذکر سے اجتناب کرو“

شاید..... نقد نگار کو کوئی ایسی حدیث مل گئی ہوگی جس میں یہ ذکر ہوگا کہ وفات پانے والوں کی برائیاں بیان کرو۔ اور ان کے محاسن بیان کرنے سے اجتناب کرو۔ اسی لیے تو..... ان کی طرف سے مولانا شاہ سعید رائے پوری کے حلق ایسا مضمون لکھا گیا ہے جس میں انہوں نے مولانا کی طرف وہ باتیں بھی منسوب کر دی ہیں جو انہوں نے نہیں کیں۔

علاوہ ازیں قرآن و حدیث میں یہ تاکید کی گئی ہے کہ اگر تمہیں کسی کے بارے میں کوئی خبر ملے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو (۲)۔ اور یہ بھی کہ اگر تمہیں کوئی شخص سلام کرے تو اسے یہ مت کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے (۳) اسی طرح ارشاد نبوی ہے کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کیلئے یہ کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات آگے نقل کر دے (۴)

اور نقد نگار نے جن باتوں کا اپنے مضمون میں ذکر کیا ہے وہ ایسی ہی ہیں جو نقد نگار نے محض لوگوں سے سن سنا کر نقل کر دی ہیں اور انہوں نے ان کی تحقیق یا تصدیق کی زحمت گوارہ نہیں کی۔ ابتدا میں یہ واضح کرنا بھی مناسب ہوگا کہ راقم الحروف کو مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری سے ذاتی طور پر حقیقت رہی ہے اور انہیں راقم الحروف اپنا روحانی بزرگ تصور کرتا ہے، لیکن راقم الحروف اپنی ملازمت کی مجبوریوں وجہ سے کبھی مولانا کی فکر و ملیہ کارکن نہیں رہا۔ اب ہم اختصار کے ساتھ نقد نگار کے مضمون میں موجود کچھ اور پر اپنا نقطہ نظر پیش کرتے ہیں:

(۱) مولانا شاہ عبد العزیز رائے پوریؒ کی جانشینی کا مسئلہ

نقد نگار نے اپنے دوسرے مضمون میں جو الحق کے شمارے ۵۷۱ میں چھپا مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی شاہ عبد العزیز رائے پوریؒ کی جانشینی کا سوال بھی اٹھایا ہے اور لکھا ہے مولانا شاہ عبد العزیز رائے پوریؒ نے اپنے چھوٹے بھائی کو شاہ عبد القادر عزیز کو اپنا جانشین بنایا..... اس سے بڑا جھوٹ شاید کسی غیر مسلم نے بھی نہیں بولا ہوگا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ محترم عبد القادر عزیز نے آخری دنوں میں اپنے والد بزرگوار مولانا شاہ عبد العزیز رائے پوریؒ کی جو خدمت کی وہ قابل رشک و تحسین ہے۔ اس نوجوان نے مولانا رائے پوریؒ کی خدمت میں اپنا آرام اور سکون قربان کر دیا۔ وہی حضرت کو ہاتھ روم میں لے جاتے اور وہی ان کو اٹھاتے بٹھاتے تھے۔ اس حوالے سے حلقے میں..... ان کا بے حد احترام ہے اور رائے پوریؒ کے حلقے کے تمام لوگ ان کی بے حد عزت کرتے ہیں لیکن کیا..... مولانا رائے پوریؒ نے ان کو اپنا جانشین تو دور کی بات ہے، انہیں اپنی طرف سے اجازت و خلافت

دی تھی؟ یقیناً اس سوال کا جواب نفی میں ہے۔ علاوہ ازیں رائے پوری سلسلے کے تمام بزرگ..... اعلیٰ ترین دینی علم رکھتے اور دینی تعلیم و تربیت کے بلند مقام پر فائز تھے جبکہ مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ کے خاندان میں..... مولانا سعید احمد رائے پوری کے علاوہ ان کا کوئی فرزند دینی تعلیم حاصل نہیں کر سکا۔ اس لیے بھی محترم عبدالقادرؒ عزیز کا جانشینی کا استحقاق نہیں بنتا۔

پھر لطف کی بات یہ ہے کہ خود محترم عبدالقادرؒ عزیز نے بھی اپنی جانشینی کا اعلان نہیں کیا اور نہ ہی کم از کم میرے علم کے مطابق مولانا رائے پوری سوم کے خاندان کے کسی فرد نے..... مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ سے اختلاف کے باوجود کبھی ایسا دعویٰ کیا ہے۔

مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری نے مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ کی پوری زندگی اور ان کے سفر و حضر میں ان کی نمازوں میں امامت کرائی ہے۔ حتیٰ کہ مولانا رائے پوری سومؒ کی بیماری کے ایام میں بھی مولانا سعید احمد رائے پوریؒ ہی نمازوں کی امامت کراتے رہے اور پھر مولانا عبدالعزیزؒ کا اپریل ۱۹۸۸ء کا وہ سفر بھارت کس کو یاد نہیں جس کے دوران ۱۵ اپریل ۱۹۸۸ء/ ۱۴۰۹ھ کو محمد المبارک کے دن ہزار ہا افراد کی موجودگی میں خانقاہ رحیمہ رائے پور بھارت میں انہوں نے مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

یہ واقعہ پاکستان اور بھارت کے کئی اخبارات اور رسائل و جرائد میں رپورٹ ہوا اور اس واقعے کو جھٹلانا سورج کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔ اس کے بعد بھی مولانا رائے سومؒ بفضلہ تعالیٰ ۳۔ جون ۱۹۹۲ء تک حیات رہے۔ اس دوران میں بھی مولاناؒ کی طرف سے نہ تو اس جانشینی کی تنسیخ اور محترم عبدالقادرؒ عزیز کی مندرجہ جانشینی کا اعلان ہوا اور نہ ہی مولانا کے خاندان..... یا حلقے کی طرف سے کوئی ایسا موقف سامنے آیا۔ غالباً ایسی صورت حال کے متعلق کہا جاتا ہے کہ مدعی ست گواہ چست۔

جہاں تک مولانا کے جسد خاکی کو رائے پور (بھارت) لے جانے کا تعلق ہے تو اس کے لیے پورے خاندان نے کوششیں کیں اور اس میں شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے کردار کو بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا..... مولانا نہ صرف یہ کہ ان کوششوں میں خاندان کے ساتھ شریک رہے بلکہ..... مولانا کے جسد خاکی کے ہمراہ رائے پور بھارت بھی گئے..... اور وہاں ہزاروں افراد سے بیعت لی۔

تاریخ کے اس روشن واقعے کو..... کون مسخ کر سکتا ہے؟

مولانا شاہ عبدالقادرؒ رائے پوریؒ کی تدفین کا مسئلہ

نقد نگار نے اگرچہ راقم الحروف پر یہ الزام لگایا ہے کہ میں نے ماضی کی تلخ باتوں کو سمیٹ سمیٹ کر مضمون کو بوجھل اور متنازعہ بنا دیا ہے لیکن..... شاید انہوں جو کچھ خود لکھا ہے اس کو خود نہیں پڑھا اس لیے کہ یہ کام تو

..... انہوں نے خود بڑے اہتمام سے اور بڑے شاندار طریقے پر کیا ہے۔

انہوں نے وہ باتیں، جو ماضی کی یادوں کے قبرستان میں مدت ہوئی دُفن ہو چکی ہیں ان باتوں کو شامل مضمون کر کے مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوری اور شاہ سعید احمد رائے پوری پر کچھ اچھالنے کی کوشش کی ہے، ایسی باتوں میں مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کی تدفین کا مسئلہ بھی شامل ہے۔ نقد نگار کی طرح بہت سے علمائے کرام کو بھی یہ علم ہی نہیں کہ اصل مسئلہ کیا ہے؟ اور مسئلہ مولانا کے جسد خاکی کی رائے پور (بھارت) میں لیجا کر تدفین کا تھا، یا محض شریعت کے مطابق تدفین کا۔

اصل میں ہوا یہ تھا کہ مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری نے اپنی وفات سے پہلے یہ وصیت کی تھی کہ ان کے مرنے کے بعد ان کے جسم کو..... رائے پور میں ان کے استاد و مربی مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری کے پہلو میں دُفن کیا جائے اور یہ بھی چونکہ شاہ عبدالرحیم رائے پوری کی خواہش کے مطابق تھا کہ انہوں نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ مولوی صاحب جی یوں چاہتا ہے کہ ہم زندگی میں اکٹھے رہے تو مرنے کے بعد بھی ہم اکٹھے رہیں۔

چنانچہ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری اپنے پاکستانی عقیدت مندوں کے شدید اصرار پر اپنی خانقاہ رائے پور سے اس وادے پر لاہور میں آئے تھے کہ پاکستانی حضرات خصوصاً انکے جانشین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوری پر یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ انہیں رائے پور واپس لے جائیں گے۔ وہ اس وقت اپنی خانقاہ کو چھوڑنا پسند نہیں فرماتے تھے کہ جہاں انہوں نے اپنی عمر کے تقریباً ساٹھ سال بسر کیے تھے چنانچہ انہوں نے لاہور پہنچنے کے چند روز بعد ہی واپسی کا تقاضا کرنا شروع کر دیا۔ اور جس قدر بیماری میں اضافہ ہوتا گیا اسی قدر واپسی کے تقاضے میں شدت پیدا ہوتی گئی، یہاں تک کہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ / ۱۶ - اگست ۱۹۶۲ء کو مولانا کا لاہور میں انتقال ہو گیا۔

اور پھر وہی ہوا جس کا مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کو اندیشہ تھا۔ اس وقت مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوری موقع پر موجود نہ تھے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے متوسلین اور رشتہ دار مولانا کے جسد خاکی کو ڈھڈیاں شلغ سرگودھا لے گئے۔ جہاں پہلے مسجد کے حجروں کے صحن میں سلج زمین پر، جو کہ گاؤں کے قبرستان سے بیس فٹ بلندی پر، قبر کھودے بغیر سوانٹ اونچا سمیٹڈ (semented) چبوترہ بنایا گیا پھر مولانا رائے پوری کے جسد خاکی کو تقریباً سوا دو فٹ اونچے چوبی تابوت میں روٹی بچا کر رکھ دیا گیا۔ اور اوپر سے لکڑی کے تختوں کو اپنی سینوں کے ساتھ اتھوڑے چلا چلا کر تابوت کو بند کر دیا گیا۔

اس کے بعد اس تابوت کو چبوترے پر رکھ کر چاروں طرف پختہ دیواریں تابوت سے ملحق بنا کر اوپر سے سیمنٹ کی ڈاٹ لگا دی اور اوپر سے مٹی ڈال دی گئی۔ اس طرح مولانا کے جسد خاکی کو چار دیواریں میں گویا حفاظت

سے رکھ دیا گیا۔ اور اس غیر شرعی طرز تدفین اختیار کرنے کی بناء پر حضرت کے متوسلین ایک مٹھی بھر مٹی ڈالنے کی سعادت سے محروم رہے۔ اور تمام لوگ ناراض ہو کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے..... ظاہر ہے کہ یہ طریقہ تدفین کے شرعی طریقے کے خلاف ہے خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو بھی اس طرح نہیں رکھا گیا بلکہ قبر کھود کر اس دفن کیا گیا تھا۔

اس حوالے سے مولانا شاہ عبدالعزیزؒ اور ان کی متابعت میں خانقاہ رائے پور کا موقف یہ تھا کہ مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کی شرعی طور پر تدفین نہیں ہوئی۔ لہذا انکے تابوت کو..... کمرے سے نکال کر ہا قاعدہ دفن کیا جائے اور یہ بات مولانا کے روحانی سلسلے کے ہر فرد پر ضروری ہے کہ وہ ان کی شرعی تدفین کے کوشش کرے۔

پھر جب ان کے تابوت کو کمرے سے نکال لیا جائے۔ جسے بعد ازاں قبر کا عنوان دے دیا گیا ہے تو اس کے بعد بہتر یہ ہو گا کہ ان کے جسم کو ان کی مرضی اور خواہش کے مطابق خانقاہ رحیمہ رائے پور بھارت میں بیجا کر دفن کیا جائے۔ یہ مسئلہ مولانا شاہ عبدالعزیزؒ رائے پوری نے بطور جانشین مولانا شاہ عبدالقادرؒ اٹھایا تھا اور وہی اس کا استحقاق بھی رکھتے تھے۔ جن بزرگوں کا نقد کار صاحب نے نام لیا ہے ان سب بزرگوں نے اصل حقیقت معلوم ہو جانے کے بعد اپنے سابقہ فتوے/موقف سے رجوع کر لیا تھا۔

دوسری طرف..... مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کے کچھ رشتہ داروں نے اس مسئلے کو اپنی ذاتی انا کا مسئلہ بنا لیا اور ان لوگوں نے یہ مضمون لکھ کر کہ..... مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کی شرعی طریقے پر تدفین ہو چکی ہے اور یہ کہ اب ان کی قبر مبارک کو کھولنا عیش (قبر کی کھدائی) ہے جو شرعاً درست نہیں، مختلف علماء کرام اور مفتی حضرات سے فتوے حاصل کر لیے، مگر یہاں صورت حال..... عیش (قبر کشائی) کی سرے سے تھی ہی نہیں۔

مولانا مولانا شاہ عبدالعزیزؒ رائے پوری نے..... جب یہ صورت حال علماء کو لکھ کر بتائی کہ مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کی تو شرعی طریقے پر تدفین ہی نہیں ہوئی تو بھارت اور پاکستان کے اکابر علماء کا موقف یہ تھا کہ قبر کھود کر اس کی دوبارہ تدفین کی جائے اور بہتر یہ ہو گا کہ مولانا مرحوم کی خواہش اور وصیت کے مطابق رائے پور میں کی جائے..... اس بارے میں بڑے بڑے علماء کرام سے فتوے حاصل کیے گئے جن کی مجموعی تعداد چالیس کے قریب ہے اس فہرست میں۔ مفتی مسعود احمد نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، مفتی جمیل الرحمان نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، سید مہدی حسن، مفتی دارالعلوم دیوبند، مولانا محمود اللہ امام مسجد جامع مسجد فتح پوری، سید عبد لدائم الجلالی، مفتی مدرسہ عالیہ فتح پوری، سید حمید امام جامع مسجد دہلی، مولانا عبید الرحمان مدرسہ امینیہ دہلی، اور دوسرے بیسیوں علمائے کرام کے نام شامل ہیں۔ جبکہ پاکستان سے مولانا ایف اللہ عثمانی خطیب جامع مسجد ہلاک ۲۳ سرگودھا، مولانا سید عبدالشکور ترمذی ساعی وال سرگودھا، مولانا مفتی عبد الرشید مفتی دارالعلوم رابع بازار

روالپنڈی، مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی وغیرہ شامل ہیں (۵)

اس کے علاوہ ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۶۲ء کو حکومت ہند نے پاکستان سے مطالبہ کر دیا کہ مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری اٹھیا کے شہری تھے اور وہ یہاں ملنے کے لیے آئے ہوئے تھے اور ان کی یہ تمناسی کہ انہیں ہندوستان میں دفن کیا جائے، لہذا اٹھین ہائی کمشنر نہایت شکر گزار ہوگا کہ حکومت پاکستان مولانا کے جسد خاکی کو ان کے ہندوستان کے متوسلین کے سپرد کر دے تاکہ انہیں ان کی خواہش کے مطابق رائے پور میں دفن کیا جائے مگر حضرت کے ان متوسلین جنہوں نے ان کی مرضی کے خلاف ان کی یہاں نام نہاد تدفین کی تھی، انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ اور جواب میں یہ مضمون لکھ کر..... کہ مولانا رائے پوری کی تدفین ہو چکی ہے اور اب ان کی لاش کو نکالنا عیش قبر ہوگا جو کہ جائز نہیں ارسال کر دیا۔

اس صورت میں مولانا رائے پوری سوئم نے ہمت نہیں ہاری اور وہ ۱۹۷۱ء میں بذات خود اٹھیا تشریف لے گئے..... اور قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند سے ملاقات کی اور ساری صورت حال ان کو بتائی جس پر مولانا قاری محمد طیب قاسمی قدس سرہ نے پاکستان اور بھارت کی حکومتوں کو..... ایک طویل اور مفصل خط لکھا..... جس میں انہوں نے تحریر کیا۔

”بعد وفات مولانا عبد القادر رائے پوری کی تدفین جو نوعیت اختیار کی گئی ہے اس کے بارے میں تمام مفتیان کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ یہ تدفین شرعی نہیں ہوئی، بلکہ قطعاً ناجائز طریق پر ہوئی۔ تابوت زمین پر رکھ کر تابوت سے ملحق اسپرڈاٹ لگا دینا اور اسے مٹی سے چھپا دینا قطعاً ناجائز طریقہ تھا اور شرعاً ضروری ہے کہ اسے کالعدم کر کے صحیح تدفین کی جائے۔ قبر کھود کر اس میں طریق سنت کے مطابق جو امت کا سلف سے لیکر خلف تک متفقہ معمول ہے دفن کیا جائے ورنہ یہ حضرات جو اس ناجائز طریقہ کے مرتکب ہونے کی وجہ سے گناہگار ہوئے گناہگاری رہیں گے۔

موجودہ صورت قبر ہرگز شرعی قبر نہیں ہے اس سے تابوت کا خنقل کرنا یا کیا جانا نہ تو عیش (قبر کا اکھاڑنا) ہے کیوں کہ وہ قبر ہی نہیں۔ اور نہ ہی میت کی ہنگ حرمت ہے کیوں کہ ہنگ حرمت خود یہ مبتدعا طریقہ ہے جو اختیار کیا گیا ہے نہ کہ اس کا بدلنا۔ کہ وہ حفظ حرمت ہے نہ کہ ہنگ حرمت۔

اس ناجائز طریقہ کے اختیار کرنے کے جو اعذار سم وغیرہ بیان کیے گئے ہیں، فتاویٰ میں انہیں ناقابل التفات قرار دیا گیا ہے اس ناجائز تدفین کو جو تدفین ہی نہیں ہے، کالعدم کر کے جائز تدفین کے لیے نقش کو ایک بلکہ سے دوسرے بلکہ کی طرف خنقل کرنے کی اجازت بھی فتاویٰ میں موجود ہے۔ صحیح اور جائز تدفین ہو جانے کے بعد بھی ممتاز اور مقدس علماء و صلحا کی میت کی منتقلی میں تاہل نہیں جس کی نظیر سلف و خلف میں ملتی ہے چہ جائیکہ ناجائز

تدفین کی صورت میں انتقالیت قابل تامل ہو۔

فتویٰ صادر فرمانے والے ہندو پاک کے تیس چالیس علماء و مفتیان کرام کی دلی آواز بھی (علاوہ حکم شرعی کے) فتاویٰ کے اسلوب بیان سے یہ ہے کہ موجودہ صورت کو ختم کیا جائے۔

کتنے ہی بیج خواب اور منامات صادقہ اور کتنے ہی غیبی اشارات جو اس افسوس ناک طرز تدفین اور محل تدفین کے بارے میں اب تک سامنے آچکے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت اقدس کی روح اس جس بے جا سے جو اس غلط اور ناجائز طریقہ کی تدفین سے تابوت کو زمین پر رکھ کر اور اوپر سے سینٹ ڈاٹ لگا کر اور اسکے اوپر مٹی چڑھا کر عمل تدفین لایا گیا ہے انتہائی بے چمن ہے۔ ان نتائج کے پیش نظر سب سے پہلے حکومت پاکستان سے ہماری مؤدبانہ گزارش ہے کہ وہ اس ناجائز صورت دفن کو ختم کرنے اور جائز بلکہ واجب صورت تدفین کو عمل لانے کے لیے اپنے اثر و رسوخ سے کام لے۔

شرعی گنجائش کے تحت جو فتاویٰ میں موجود ہیں اور دونوں بزرگوں کی وصیتوں کے تحت شاہ عبد القادر صاحب قدس سرہ کے تابوت مبارک کو رائے پور (ہندوستان) پہنچا کر پیر و مرید اور اصل و نائب کو پہلو بہ پہلو جہنم سے آرام کرنے کا موقع عنایت فرمائے۔

حکومت ہند سے ہماری نیاز مندانہ گزارش ہے کہ وہ اس مقدس تابوت کو جو کسی معمولی یا عامی انسان کا نہیں ہندوستان لانے کی اجازت مرحمت فرمائے جس سے انہیں بادل خواستہ جدا کیا گیا۔

ہمیں امید ہے کہ دونوں ہم جوار حکومتیں ہماری اس صد کو صد ابھرا نہ ہونے دیں گی۔
فتاویٰ کی روشنی سے حاصل کردہ یہ چند دردمندانہ سطور ہم دونوں حکومتوں کے سامنے پیش کر کے توقع رکھتے ہیں کہ دونوں ہماری اس آرزو کو پامال نہیں ہونے دیں گی۔ اور ہمیں دعا گوئی کا موقع عنایت فرمائیں گے۔

(دستخط)

قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند ۶۔ جنوری ۱۹۷۱۔

پاکستان میں اس کا رد عمل:

مولانا قاری محمد طیب قاسمی..... کے اس تفصیل خط کی روشنی میں پاکستان بھر کے علمائے کرام کی رائے بھی تبدیل ہو گئی چنانچہ ان اس فتویٰ / سفارش کی تائید سب سے سے پہلے مفتی محمود (اس وقت کے ممبر قومی اسمبلی) مولانا عبد الحکیم (جامعہ فرقانیہ مدنیہ، راولپنڈی) نے کی جبکہ مولانا غلام غوث ہزاروی نے اس پر یہ لکھا کہ ان حضرات سے زیادہ فقہ حنفی کا کون واقف ہو سکتا ہے۔

اس فتویٰ کی روشنی میں مولانا محمد یوسف بخاری..... اور مفتی ولی حسن ٹوکی، مفتی احمد الرحمان، سید مصباح

اللہ شاہ، مفتی عبدالقیوم، اور دارالعلوم مدرسہ عربیہ اسلامیہ، ندوۃ اؤن کے تمام اساتذہ کرام نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا اور لکھا کہ عارف باللہ حضرت اقدس مولانا عبد القادر رائے پوری کی تدفین کا مسئلہ دوبارہ زیر بحث آیا اور دوبارہ تمام پہلوؤں پر غور کرنے کا موقع مل گیا۔ غور و خوض کے بعد جن نتائج پر پہنچے وہ حسب ذیل ہیں۔

(الف) موجودہ صورت میں تدفین شرعی نہیں ہوئی، بلکہ وضع علی الارض کی صورت ہے۔

(ب) تدفین سے قبل نقل مکانی کی گنجائش موجود ہے۔

(ج) ان دونوں وجوہ کی بنا پر تابوت منتقل کرنا اور شرعی تدفین کرنا بالکل درست ہے۔

(د) اس سلسلے میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اور مفتی محمود صاحب نے اس کی تائید فرمائی ہے، ہم بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں اور سابقہ تحریر سے رجوع کرتے ہیں:

و دستخط

(مولانا یوسف بنوریؒ و اساتذہ کرام)

۸۔ ربیع الاول ۱۴۳۹ھ / ۱۹۷۱ء

قاری محمد طیب، مولانا مفتی محمود اور مولانا یوسف بنوری رحمہم اللہ تعالیٰ کی تائید و توثیق کے بعد پاکستان کے تمام قائل ذکر اساتذہ کرام اور مفتی حضرات نے جن میں نقذنگار صاحب کی مادر علمی مدرسہ قاسم العلوم..... اور اس کے علاوہ دارالعلوم کبیر والہ مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی..... دارالعلوم حنفیہ چکوال اور دیگر مدارس شامل ہیں، نے اس کی توثیق کر دی۔

یہ تمام فتاویٰ مجموعہ فتاویٰ علمائے دیوبند پاکستان دوبارہ محفوظ طبعیت تابوت جسد مبارک شاہ عبد القادر رائے پوری مرتبہ مفتی محمد یحییٰ فاضل مظاہر العلوم وغیرہ میں موجود ہے اور پوری طرح مستند ہے۔ راقم الحروف کو اس کا ایک نسخہ مفتی عبدالحق صاحب نے مرحمت فرمایا جس کے لیے میں ان کا شکر گزار ہوں۔

اس تفصیل یہ یہ واضح ہو جاتا ہے کہ مولانا شاہ عبد العزیز رائے پوریؒ کا موقف قرآن و سنت اور پاکستان و ہند کے تمام مفتیوں کے فتاویٰ کے عین مطابق تھا اور مولانا مفتی محمود اور مولانا محمد یوسف بنوری سمیت تمام علماء کرام..... کی تائید و توثیق کا مطابقت تھا اور قاری محمد طیب کے مطابق جن حضرات نے شاہ عبد القادر رائے پوری کی غلط تدفین کی ہے وہ اس کی بناء پر گنہگار ہوئے ہیں جیک اسکو درست نہیں کیا جاتا وہ گنہگار ہیں گئے۔

ثانیاً یہ کہ مولانا محمد یوسف بنوریؒ تو خود اس کی تائید و توثیق کرنے والے بزرگ ہیں پھر مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری..... ان کے بارے غلط زبان کیوں استعمال کریں گے۔ کم از کم میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ مولانا

سعید احمد رائے پوریؒ نے میرے سامنے کسی بھی مجلس میں مولانا بنوریؒ کو برا بھلا نہیں کہا۔

اسی..... طرح مولانا محمد الیاس ہانی تبلیغی جماعت کے متعلق بھی کم از کم میں نے..... مولانا کی زبان سے کبھی ان کی برائی نہیں سنی..... البتہ تبلیغی جماعت کے متعلق ان کا موقف اصولی تھا..... مولانا سعید احمد رائے پوری کو مولانا محمد الیاس سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ مولانا نے اپنی اوائل عمری میں، ان سے پڑھنے کا شرف حاصل کیا تھا اور پاکستان میں ایسے علمائے کرام بہت ہی کم ہیں جنہیں یہ شرف حاصل ہوا ہو۔ اس لیے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اپنے استاذ محترم کی برائی کرے۔

اس کے برعکس مولانا سعید احمد رائے پوری مولانا محمد الیاس کے کتبوبات کے حوالے سے یہ ثابت کرتے تھے کہ مولانا محمد الیاس نے تبلیغی جماعت کی تاسیس جن اعلیٰ مقاصد و مطالب کے لیے کی تھی مرور ایام سے تبلیغی جماعت اپنے ان مقاصد سے ہٹ چکی ہے۔

مولانا رائے پوری کے مطابق..... مولانا محمد الیاس نے..... اپنے خطوط میں یہ بات بار بار لکھی ہے کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ علماء کا ایک بورڈ تشکیل دیں جو تبلیغی جماعت کی علمی اور فکری نگرانی کرے اور جب اور جہاں ضرورت ہو اس کی رہنمائی کرے..... اور یہ کہ مولانا محمد الیاس کا مقصد یہ تھا کہ تبلیغی جماعت کے ذریعے دیہاتوں اور شہروں کے کم علم لوگوں کو..... دینی مدارس اور مسجد میں کام کرنے والے علمائے کرام سے منسلک کر دیں۔ تاکہ وہ ان سے زندگی میں رہنمائی حاصل کر سکیں۔

اسی طرح مولانا یہ فرماتے تھے کہ اس وقت تبلیغی جماعت کی انتظامیہ پر دنیا دار قسم کے لوگوں نے قبضہ کر لیا ہے اور علماء کے تبلیغی جماعت میں داخلے کو مشکل بنا دیا ہے۔ مثال کے طور پر ایک ان پڑھ شخص جب تبلیغی جماعت میں آتا ہے تو اس کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ تین چلے (چار ماہ ۱۲۰) دن لگائے، مگر علمائے کرام کے لیے دو سال لگانا ضروری ہیں۔ اب ایک عام عالم کے لیے جو پہلے ہی ۸-۹ سال لگا کر فراغت حاصل کرتا میٹروپولیٹن سال کا لگانا کس قدر مشکل ہے، اس کا اندازہ صرف وہی لگا سکتے ہیں جو خود اس مرحلے سے گزر چکے ہوں۔ ان کا خیال تھا کہ ان دو سالوں میں چونکہ تبلیغی جماعت میں نہ تو درس قرآن ہوتا ہے اور نہ ہی درس حدیث اس لیے وہ دو برسوں میں تمام پڑھا ہوا بھول جاتا ہے۔ مولانا کو اس بات پر بھی اعتراض تھا کہ تبلیغی جماعت میں..... صرف..... عبادات پر زور دیا جاتا ہے اور معاملات کو بالائے طاق رکھ دیا جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں جماعت تبلیغ میں متعلقہ لوگوں کی اخلاق اور معاملات پر توجہ کم ہو گئی ہے اور اس کی افادیت میں کمزوری آ گئی ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی پیش نظر رکھا جائے کہ تبلیغی جماعت کی حمایت یا مخالفت قرآن و حدیث کی مخالف نہیں ہے اور یہ دونوں باتیں..... ہر شخص کے اپنے اجتہاد اور اپنے فکر پر مبنی ہیں۔ علاوہ ازیں تبلیغی جماعت سے صرف مولانا ہی کو شکایت نہیں تھی بلکہ بہت سے علمائے کرام کو بھی بہت سی شکایات ہیں، لہذا اس کی بنا پر نہ تو کسی شخص کو قابل مذمت کہا جاسکتا ہی اور نہ ہی قابل تعریف۔